جہاد

(تعلیمات نبویﷺ کی روشنی میں)

❁ پروفیسر جمیلہ خانم

جہاد کے حوالے سے آج کل دنیا میں انتہائی غلط تصوّرات پھیلائے جا رہے ہیں، جہاد کو دہشت گردی قرار دیا جارہا ہے، حالانکہ درحقیقت جہاد دہشت گردی کو ختم کرنے کا نام ہے۔ مخالفین اسلام کا یہ پروپیگنڈہ ہمارے لئے ایک تحدّی ہے، آج مغربی طاقتیں انسانی حقوق کی حفاظت کی علم برداری کا دعویٰ کررہی ہیں اور انسانی حقوق کے حقیقی داعیوں کو دہشت گرد ثابت کرنے کی کوشش کررہی ہیں مخالفین اسلام کا یہ رویّہ غیر متوقع نہیں ہے، لیکن تشویشناک امر یہ ہے کہ بعض مسلمانوں کا بھی انداز معذرت خواہانہ ہوگیا ہے اور وہ جہاں کی حقیقت کو بھولتے جارہے ہیں، وہ جہاد کا مطلب صرف قتال سمجھ رہے ہیں، چنانچہ اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ان کو جہاد کا فلسفہ سمجھایا جائے، ان کے ذہنوں میں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی ڈالی جائے جس میں وہ یہ دیکھ سکیں کہ جہاد صرف قتال ہی نہیں بلکہ یہ ایک جہد مسلسل ہے، یہ دنیا خیر وشر کا مسکن ہے، یہاں بھلائی اور بُرائی کی طاقتیں آپس میں ٹکرائی رہتی ہیں، اسلام تقاضہ کرتا ہے کہ بُرائی کو روکنے کی بھرپور کوشش کی جائے، جہاد اپنی ذات سے شروع ہوتا ہے اور پھر بتدریج اس کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے یعنی سب سے پہلے اپنی ذات کی اصلاح، اپنی نفسانی خواہشات کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھال لینا، اپنے دل کو آلائشوں سے پاک کرلینا، جس کو تزکیہ نفس کہا جاتا ہے، اس کے بعد اہل خانہ کی تربیت، پھر معاشرہ کی اصلاح اور یوں بڑھتے بڑھتے جہاد پوری دنیا میں پھیل جاتا ہے، یہ اصلاحات مسلمان کا فرض منصبی ہے، کیونکہ قرآن حکیم

❁ ڈین آرٹس فیکلٹی۔ جناح یونیورسٹی برائے خواتین، کراچی

میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ط (۱)

ترجمہ: تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لئے سامنے لائی گئی ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تمہیں بھلائی کا حکم دینا ہے اور بُرائی سے روکنا ہے، ورنہ عین ممکن ہے کہ اللہ تم پر عذاب بھیج دے، پھر تم اسے پکارو گے اور تمہیں کوئی جواب نہیں ملے گا۔ (۲)

گویا اللہ اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے مسلمانوں کو ان کا فرض سمجھایا جا رہا ہے، جس کی عدم ادائیگی باعث عذاب بن سکتی ہے۔

تعلیمات نبوی ﷺ اور تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مسلح جہاد یا جہاد بالسیف یعنی قتال کا حکم بعثت نبوی ﷺ کی ابتداء میں نازل نہیں ہوا ہے بلکہ تاریخی شواہد سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تقریباً ۲ ہجری میں جبکہ بعثت نبوی ﷺ کو بیس سال کا عرصہ ہو چکا تھا، مسلمانوں کو اس بات کی اجازت ملی کہ جہاں کہیں اسلام کے خلاف سازش ہو رہی ہو، ظلم و بربریت کا بازار گرم ہو رہا ہو، فتنہ و فساد پھیل رہا ہو تو خود بڑھ کر ان برائیوں کا خاتمہ کر دو۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ط إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ o وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ (۳)

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں لڑو ان لوگوں سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے باہر مت نکلو کہ اللہ حد سے باہر نکلنے والوں کو پسند نہیں فرماتا اور انہیں جہاں کہیں پاؤ قتل کرو۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا کہ مسلمانوں سے کہہ دیں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ تم بھی اپنے دشمنوں سے لڑو لیکن ساتھ ہی یہ ہدایت بھی ہے کہ تم بھی اپنے دشمنوں سے

لڑو لیکن ساتھ ہی یہ ہدایت بھی ہے کہ حد سے نہ بڑھنا، گویا پہلے انسان کی بحیثیت مسلمان تعلیم و تربیت کی گئی ہے، پھر اس کو ہتھیار اٹھا کر حملہ کی اجازت ملی ہے تا کہ وہ اپنے ہتھیار کا غلط استعمال نہ کرے بلکہ اس کو بُرائی کے خاتمے کے لئے استعمال میں لائے۔ اگر چہ غزوات کا سلسلہ ۲ ہجری میں شروع ہو چکا تھا، کیونکہ دشمنان اسلام نے دہشت گردی کرتے ہوئے مسلمانوں کو ختم کرنے کی کوشش شروع کر دی تھیں تو مسلمانوں کو مجبوراً اپنے دفاع میں لڑنا پڑا، ان کے اوپر جارحیت کی گئی جس کا جواب انہوں نے دیا۔

جہاد کے معنی

لفظ ''جہاد'' بہت وسیع معنی رکھتا ہے، لغت میں اس کے معنی محنت اور کوشش کے ہیں اور اس کے اصطلاحی معنی بھی تقریباً یہی ہیں، یعنی حق کی سربلندی، اس کی تبلیغ و اشاعت اور اس کی حفاظت و نگہداشت کے لئے ہر قسم کی جدوجہد، قربانی و ایثار گوارا کرنا اور ان تمام جسمانی، مالی اور دماغی قوتوں کو جو اللہ نے بندوں کو ودیعت فرمائی ہیں، اس راہ میں صرف کرنا یہاں تک کہ اللہ اور اس کے دین کے لئے اپنی پیاروں کی جان تک کی پرواہ نہ کرنا، حق کے مخالفوں اور دشمنان دین کی کوشش کو توڑنا، ان کی تدبیروں کو رائیگاں کر دینا، ان کے حملوں کو روکنا اور اس مقصد کے لئے اگر میدان جنگ میں ان سے ٹکر لینی پڑے تو اس کے لئے بھی پوری طرح تیار رہنا، یہی جہاد ہے، گویا قتال پہلا مرحلہ نہیں ہے بلکہ سب سے آخری اقدام ہے جب اس کے علاوہ کوئی راستہ ہی نہ ہو، ''قتال جہاد کی آخری اور انتہائی صورت ہے جو دعوت دینے والی قوموں کے لئے ناگزیر ہوتی ہے''۔(۴)

اسلامی نظام کی بنیاد دو اُصولوں پر قائم ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد، حقوق العباد کی تعلیم دیتے ہوئے آقائے دو جہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سب سے پہلا حق انسانی جان کا احترام بتایا ہے اور ایک انسان کا قتل ناحق پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ٹھہرایا ہے۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ط (۵)

ترجمہ: جو کوئی کسی کی جان لے بغیر اس کے کہ اس نے کسی کی جان لی ہو یا زمین میں فساد کیا ہو تو

گویا اس نے تمام انسانوں کا خون کیا۔

آج کی دنیا کے مہذب قوانین میں حرمت نفس کو جو درجہ حاصل ہوا ہے وہ اس انقلاب کے نتائج میں سے ایک شاندار نتیجہ ہے جو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم نے دنیا کے اخلاقی ماحول میں برپا کیا تھا، ورنہ جس دور تاریک میں یہ تعلیم اتری تھی، اس میں انسانی جان کی فی الحقیقت کوئی قیمت نہ تھی۔(٦)

جزیرہ نمائے عرب کے خونخوار ماحول کا ذکر تو ہر زبان پر ہوتا ہے لیکن اس زمانے میں جو ممالک تہذیب وشائستگی اور علم وحکمت کے مراکز بنے ہوئے تھے، وہاں کا ماحول بھی کچھ کم خونخوار نہ تھا۔ ہزار ہا انسان امراء رؤساء کے شوق شمشیر زنی اور کمال تیر اندازی کی نذر ہوتے رہتے تھے، خودکشی بڑا با عزت اور باہمت فعل سمجھا جاتا تھا جو جلسوں میں کیا جاتا تھا، جبکہ رحمت عالم ﷺ کی تعلیم میں موت کی آرزو تک کے لئے منع فرمایا گیا ہے، انسانیت کی قدر ومنزلت میں فرمایا گیا:

وَلَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ الَّتِىۡ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالۡحَقِّ (٧)

ترجمہ: انسانی جان کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، اس کو قتل نہ کرو، مگر اس وقت جب حق اس کے قتل کا مطالبہ کرے۔

یعنی صرف یہ نہیں فرمایا کہ انسان کو کسی حال میں بھی قتل نہ کرو خواہ وہ کچھ بھی کرے بلکہ اِلَّا بِالۡحَقِّ بھی فرمایا یعنی جب تک وہ اس بات کا مستحق نہ ہو جائے کہ اس کو قتل کیا جانا ہی انسانیت کے حق میں بہتر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ صاف طور پر بتا دیا کہ انسانی خون کی حرمت صرف اسی وقت تک ہے جب تک اس پر "حق" نہ قائم ہو جائے، اسے زندگی کا حق صرف اس کی جائز حدود کے اندر ہی دیا جا سکتا ہے، مگر جب وہ ان حدود سے تجاوز کر کے فتنہ وفساد پھیلائے یا دوسروں کی جان پر ناحق حملہ کرے تو وہ اپنے حق حیات کو خود بخود کھو دیتا ہے، اس کے خون کی حرمت زائل ہو کر حلت سے بدل جاتی ہے اور پھر اس کی موت ہی انسانیت کی حیات ہو جاتی ہے۔(٨)

مستشرقین کی ایک بڑی جماعت یہ غلط فہمی پھیلاتی رہی ہے کہ جہاد محض تبلیغ یا ملک گیری کی

اندھا دھند لڑائی کا نام ہے، یہ خیال حقائق قرآن اور واقعات تاریخی کے خلاف ہے، بلاشبہ جہاد میں قتال بھی شامل ہے لیکن ہر قتال کو جہاد نہیں کہا جاسکتا، جہاد اپنے مقصد، طریق کار اور نصب العین کے اعتبار سے محض اعلاء کلمۃ اللہ اور تحفظ غایات اسلامی کے لئے ہوتا ہے یہ اندھادھند جنگ وجدال نہیں بلکہ مقاصد ملت کی خاطر ایک با اُصول جنگ ہے، جو معین اُصولوں، پابندیوں اور احتیاطوں کے ساتھ لڑی جاتی ہے اوران احتیاطوں کا ذکر تبصرتح تعلیمات نبویہ ﷺ میں ملتا ہے۔(۹) طلوع اسلام کے وقت، اس وقت کی مہذب اقوام نے جنگ وجدل اور مفتوح اقوام سے سلوک کے انتہائی بھیانک نقوش قائم کئے ہوئے تھے، جنگ کا مفہوم قتل وخونریزی کے سوا کچھ نہ تھا، شقاوت وسنگدلی، وحشت و بربریت، درندگی وسفا کی جنگ کے لازمی اجزاء تھے، فاتح قوم لوٹ مار اور قتل عام کو اپنا حق سمجھتی تھی اسلام نے اس وحشت ودرندگی میں اصلاح کا علم بلند کیا، اس نے حقیقت جنگ کو بدل کر ایک نیا نظریہ پیش کیا جس سے اس وقت تک دنیا نا آشنا تھی نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق جنگ فی الاصل معصیت ہے جس سے ہر انسان کو اجتناب کرنا چاہئے لیکن جب دنیا میں اس سے بڑی معصیت یعنی ظلم وطغیان اور فتنہ وفساد پھیل گیا ہو اور سرکش لوگوں نے خلق خدا کے امن وراحت کو خطرہ میں ڈال دیا ہو تو محض دفع مضرت کے لئے جنگ ضروری ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔(۱۰) نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق جنگ کا مقصد محض دشمن کو ہلاکت وتباہی سے دوچار کرنا یا اس کی زمین پر تسلّط قائم کرنا یا اس کی معدنیات پر قابض ہو جانا نہیں ہے بلکہ اس کے شر کو دفع کرنا ہے۔" اسی لئے داعی اسلام ﷺ نے یہ اصول پیش کیا کہ جنگ میں صرف اتنی ہی قوت استعمال کرنی چاہئے جتنی دفع شر کے لئے ناگزیر ہو اور اس قوت کا استعمال صرف ان ہی طبقوں کے خلاف ہونا چاہئے جو عملاً برسرپیکار ہوں یا جن سے شر کا اندیشہ ہو۔ باقی تمام انسانی طبقات کو جنگ کے اثرات سے محفوظ رہنا چاہئے اور دشمن کی ان چیزوں تک بھی ہنگامۂ کارزار کو متجاوز نہیں ہونا چاہئے جن کا ان کی جنگی قوت سے کوئی تعلق نہ ہو، اس تصوّر کے ماتحت اسلام نے جنگ کا ایک مکمل ضابطۂ قانون وضع کیا جس میں جنگ کے آداب، اس کے اخلاقی حدود، محاربین کے حقوق وفرائض، مقاتلین اور غیر مقاتلین کا امتیاز اور ہر ایک کے حقوق، معاہدین کے حقوق، سفراء اور اسیران جنگ کے حقوق اور مفتوح قوموں کے حقوق تفصیل کے

ساتھ بیان کئے گئے ہے۔ (۱۱) فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے پہلے سے ہدایت فرمادی کہ کسی زخمی پر حملہ نہ کرنا، جو کوئی جان بچا کر بھاگے، اس کا پیچھا نہ کرنا اور جو اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے اسے امان دینا۔ (۱۲)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں فوج بھیجتے تھے تو ہدایت کر دیتے تھے کہ مجاہد کے بے ضرر خادموں اور خانقاہ نشین زاہدوں کو قتل نہ کرنا''۔ (۱۳)

حضرت انس بن مالکؓ غزوۂ خیبر کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی دشمن قوم پر رات کے وقت پہنچتے تو جب تک صبح نہ ہو جاتی حملہ نہ کرتے تھے۔ (۱۴)

گویا آپ ﷺ نے غفلت میں حملہ کرنے سے احتراز کیا، آپ ﷺ نے جہاد بالسیف کے بہت سے اُصول اور اخلاقی ضابطے مقرر فرمائے جن سے جہاد بالسیف کی حقیقت دنیا کے سامنے واضح ہو جاتی ہے۔ ''عرب اور بہت سی غیر عرب اقوام شدت انتقام میں دشمن کے لوگوں کو زندہ جلا دیا کرتی تھیں۔ آپ ﷺ نے اس وحشیانہ حرکت کو ممنوع قرار دیا، دشمن کے پکڑے ہوئے لوگوں کو باندھ کر قتل کرنے اور تکلیفیں دے دے کر مارنے کی بھی سخت ممانعت فرمائی''۔ (۱۵)

فوجوں کی روانگی کے وقت جنگی برتاؤ کے متعلق ہدایات دینے کا طریقہ جس سے انیسویں صدی کے وسط تک مغربی دنیا نابلد تھی، ساتویں صدی عیسوی میں عرب کے امی پیغمبر ﷺ نے ایجاد کیا تھا۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ''داعی اسلام ﷺ کا قاعدہ تھا کہ جب آپ ﷺ کسی سردار کو جنگ پر بھیجتے تو اسے اور اس کی فوج کو پہلے تقویٰ اور خوف خدا کی نصیحت کرتے''۔ پھر فرمایا کہ ''جاؤ اللہ کا نام لے کر اور اللہ کی راہ میں لڑو ان لوگوں سے جو اللہ سے کفر کرتے ہیں، مگر جنگ میں کسی سے بدعہدی نہ کرو، غنیمت میں خیانت نہ کرو، مثلہ نہ کرو اور کسی بچہ کو قتل نہ کرو''۔ (۱۶)

یہی تعلیمات نبوی ﷺ ہیں جن کو بنیاد بنا کر خلافت راشدہ میں جہاد بالسیف کیا گیا اور قیصر و کسریٰ کی عظیم الشان سلطنتوں پر لرزہ طاری کر دیا گیا، اور وہاں فتح کے جھنڈے اسلامی لشکر نے لہرا دیئے۔

خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے جب شام کی طرف فوجیں روانہ کیں تو ان کو دس باتوں کی ہدایات دی تھیں جن کو تمام مؤرخین و محدثین نے نقل کیا ہے یعنی:

(۱) عورتیں، بچے، بوڑھے قتل نہ کئے جائیں۔

(۲) لاشوں کو مثلہ نہ کیا جائے۔

(۳) راہبوں اور عابدوں کو نہ ستایا جائے، اور نہ ان کے معابد مسمار کئے جائیں۔

(۴) کوئی پھلدار درخت نہ کاٹا جائے اور نہ کھیتیاں جلائی جائیں۔

(۵) آبادیاں ویران نہ کی جائیں۔

(۶) جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے۔

(۷) بدعہدی سے ہر حال میں احتراز کیا جائے۔

(۸) جو لوگ اطاعت کریں، ان کی جان و مال کا وہی احترام کیا جائے جو مسلمانوں کی جان و مال کا ہے۔

(۹) اموال غنیمت میں خیانت نہ کی جائے۔

(۱۰) جنگ میں پیٹھ نہ پھیری جائے۔

غرضیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے اُصول و قواعد مقرر فرما کر جنگ کو ان تمام وحشیانہ افعال سے پاک کر دیا جو اس عہد میں جنگ کا ایک غیر منفک جزو بنے ہوئے تھے اور جنگ مطلق اور جہاد کا فرق آپ ﷺ نے قائم فرما دیا کہ اگر لفظ جنگ پر نیکی، انسانیت اور شرافت کی پابندیاں لگا دی جائیں تو اسے جہاد کہا جائے گا۔

آج کے ترقی یافتہ ممالک جو اس وقت انسانی حقوق کے امین بنے ہوئے ہیں، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے حقوق انسانی کا تصور تو لے لیا لیکن جب یہ کسی ملک پر حملہ کرتے ہیں تو اپنی وحشیانہ روایات کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہیں اور بستیوں کی بستیاں تباہ و برباد کر دیتے ہیں، ''بیسویں صدی کی پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں تہذیب مغرب کے علم برداروں نے ایک دوسرے کے ملک میں گھس کر جو تباہیاں پھیلائیں، ان کا نظارہ دیکھنے والی آنکھیں ابھی تک موجود ہیں''۔(۱۷) دور کیوں جائیں موجودہ صدی جس کو شروع ہوئے ابھی پانچ سال بھی

نہیں ہوئے ہیں، اس میں ہم اپنی آنکھوں سے وحشت و بربریت کے مظاہر دیکھ چکے ہیں، یہ بات ہمارے لئے کس قدر افسوسناک ہے کہ وہ قوم جس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ سلم کی تعلیمات کے مطابق جس ظلم و بربریت کا خاتمہ کیا تھا آج خود اس کا شکار ہو رہی ہے، کیونکہ یہ قوم آج کل جہاد اپنے ہادی و رہنما ﷺ کی ہدایات کے مطابق نہیں کر رہی ہے، جہاد بالسیف سے پہلے جس جہاد کی تعلیم ہمیں دی گئی تھی، وہ جہاد ہم نے چھوڑ دیا ہے۔

تاریخ اسلام کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں بے سروسامانی اور قلت تعداد کے باوجود مسلمانوں نے ہمیشہ فتح و نصرت حاصل کی، اس کی کیا وجہ تھی؟

اس سوال کا ایک ہی جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت مسلمانوں کے شامل حال تھی، ہمیں اس امر پر سوچنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت تو ایک مسلمان کو بھی فتح سے ہمکنار کر سکتی ہے تو پھر اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان کفار کے مظالم کیوں سہتے رہے، انہیں اپنا بچاؤ تک کرنے کی اجازت نہیں تھی، اس کے بعد صرف اتنی اجازت ملی کہ اپنے دفاع میں لڑ سکتے ہیں، از خود دشمن پر حملہ کرنے کی ابھی تک اجازت نہیں تھی۔

درحقیقت دنیا میں مافوق الفطرت نظام نہیں چلتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا قانون تکوینی دنیا میں کارفرما ہے، دنیا میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے دنیاوی اسباب ضروری ہیں، جب تک مسلمان عصری علوم میں مہارت حاصل نہیں کریں گے، موجودہ دور میں جن اسباب و عدل کی ضرورت ہے، وہ جمع نہیں کرے گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کو اپنا رہنما نہیں بنائیں گے، اللہ کی تائید و نصرت سے محروم رہیں گے، آج مسلمان بکھرے ہوئے ہیں، اس لئے ریت کے ذروں کی مانند ہیں جن کو ہوا اِدھر سے اُدھر اڑاتی پھرتی ہے، اگر یہ ذرات یکجا ہو جائیں تو ٹھوس چٹان بن جائیں جن سے ٹکرا کر دشمن خود ہی پاش پاش ہو جائے گا۔

فضائے بدر پیدا کر، فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے، قطار اندر قطار اب بھی
(اقبالؔ)

حواشی وحوالہ جات

(۱) سورۂ آل عمران: آیت ۱۰۴

(۲) ریاض الصالحین بحوالہ ترمذی

(۳) سورۃ البقرہ: آیات ۱۹۰، ۱۹۱

(۴) اُردو دائرۃ المعارف/ ج ۷

(۵) سورۃ المائدہ: آیت ۱۳۲

(۶) مولانا مودودیؒ/ الجہاد فی الاسلام

(۷) سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۳۳

(۸) مولانا مودودیؒ/ الجہاد فی الاسلام

(۹) اُردو دائرۃ المعارف/ ج ۷

(۱۰) مولانا مودودیؒ/ الجہاد فی الاسلام

(۱۱) ایضاً

(۱۲) فتوح البلدان/ ص ۴۷

(۱۳) مسند احمد

(۱۴) بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی

(۱۵) مولانا مودودیؒ/ الجہاد فی الاسلام

(۱۶) مسند احمد

(۱۷) مولانا مودودیؒ/ الجہاد فی الاسلام

جہاد اور دہشت گردی کا فرق
سیرتِ طیّبہ ﷺ کی روشنی میں

مصنّف

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

(زیر طبع)